ن۔ م راشد کی شاعری پر عالمی ادب کے اثرات

طاہرہ صدیقہ

محمد نوید

Abstract:

Rashid's poetry is one of the most significant voices in modern Urdu Nazm, distinguished by its intellectual breadth, symbolic depth, and stylistic experimentation. His poetry reflects profound influences from world literature, particularly Western literary and philosophical movements such as Symbolism, Existentialism, Modernism, and Romanticism. These influences are evident in the themes, style, imagery, and intellectual perspective of his poems. Rashid not only assimilated certain trends of Western poetry into Urdu Nazm but also harmonized them with local experiences and cultural consciousness. This study analyzes these influences on Rashid's poetry, examining the impact of poets like T.S. Eliot, Ezra Pound, Baudelaire, and others. The research highlights how Rashid’s poetry was shaped by global literary trends and how he introduced new possibilities to Urdu poetry.

کسی بھی علاقے خطے یا سرزمین میں لکھا جانے والا بڑا ادب دیگر علاقوں اور زبانوں کے صاحب علم ادبا و شعرا پر فنی اور فکری اعتبار سے مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ ادب میں اب تک کیے جانے والے زیادہ تر تجربات و مطالعات کا تعلق فکر و فن کے مثبت پہلوؤں سے رہا ہے۔ اردو شعر و ادب کو دیکھا جائے تو اردو کی کلاسیکی شاعری جہاں فارسی اور عربی زبان و ادب کے اثرات سے مزین ہے وہاں جدید اردو نظم و نثر مغربی اہل قلم سے فیض یاب نظر آتے ہیں۔ انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور روسی ادب کے بڑے اہل قلم سے متاثر اردو ادب کے اہل قلم کی ایک طویل فہرست موجود ہے جن میں اقبال، فیض، راشد وغیرہ اہم ہیں۔

ن۔ م راشد کو جدید نظم کی روایت میں مرکزیت حاصل ہے۔ نہ صرف یہ کہ جدید نظم کی تشکیل و ترویج میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا بلکہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ "ماورا" کی پہلی اشاعت

۱۹۴۲ء میں شامل نظموں کے علاوہ اس میں راشد نے دیباچے میں جدید نظم کی فکری اور فنی بنیادیں قائم کیں راشد "ماورا" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"ہماری ہر نئی پود اپنے آباواجداد کے خیالات اور تاثرات کی صدائے بازگشت لے کر آتی ہے۔اس کے برعکس مغرب کے فلسفے اور نظام پر نظر ڈالیں تو آپ محسوس کریں گے کہ بیسویں صدی کے اشتراکی اور آمری نظریوں کی ترویج سے پیشتر معاشرت اور ادب کے ہر شعبے میں انفرادیت کی توسیع اور نشو ونما کی کوشش نمایاں تھی۔ مغربی ادب نے اپنے لیے کوئی مقررہ نظام خیال یاشاہراہ فکر وضع نہیں کی جس کے بغیر مغرب کے ادبا اور شعرا کو چارہ نہ ہو۔ان کی خوش قسمتی سے مغرب میں افراد کی فکر و عمل، ادبی تصورات یا ادبی اعمال پر حکومت یا کسی اور خارجی طاقت کا بھی اس قدر غلبہ نہیں رہا کہ وہ ان کی انفرادیت میں رخنہ اندازی کر سکتی"۔(۱)

ن۔م راشد نئی اُردو نظم کے اولین معماروں میں شامل ہیں۔صرف یہی نہیں بلکہ ان کی حیثیت اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔پہلی عالمی جنگ کے اختتام کے بعد عالمی سطح پر جدید شعری رجحانات اردو ادب میں جن شعرا کے ذریعے متعارف ہوئے اُن میں راشد اہم اور معتبر ترین شاعر ہیں۔ انھوں نے اردو شاعری میں آزاد نظم کی صنف کو رواج دیا اس ضمن میں راشد کا نام بے حد اہمیت کا حامل ہے۔راشد وادیٔ پنہاں کی راہ کی جستجو لیے زندگی کی تازہ جولاں گاہ کے متلاشی ہیں۔وہ زندگی کے قدیم آہنگِ مسلسل سے بیزاری محسوس کرتے ہیں اور سرزمین زیست کی افسردہ محفل سے اپنی ناپسندیدگی کا واضح اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔

راشد کی تخلیقات سے اُردو نظم کی دنیا میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔اُن کی نظمیں بڑی ہنگامہ خیز اور انقلاب آفریں ثابت ہوئیں۔اُس زمانہ میں جب کہ اُردو دنیا نظم معراہی کو ہضم کرنے کے قابل نہ ہو سکی تھی،راشد نے آزاد نظم کو وہ چاشنی عطا کی کہ شدید مخالفتوں کے باوجود وہ نئے اذہان کے لیے مرغوبِ خاطر ہو گئی۔یوں ایک نامقبول صنف کو مقبول بنا کر راشف نے جو کارنامہ سرانجام دیا اس کی نظیر بہ مشکل ملے گی۔

راشد کی شاعری کا نیا پن اس لیے بھی قابل قبول ہوا کہ انھوں نے قدیم شاعری کے وہ تمام اندازواطوار اپنے اندر سمو لیے جو اس کی دلکشی و رعنائی کا باعث بنے۔اُن پر نہ صرف یہ کہ روایت کے گہرے اثرات ہیں بلکہ انھوں نے اپنی جدت کو مقبول عام بنانے کے لیے روایت خاطر خواہ استعمال کیا ہے۔ لہذا اُن کی شاعری پرانے طرز سے بغاوت نہیں بلکہ نئے اور پرانے طرز میں ایک خوشگوار سمجھوتہ ہے۔

راشد کی شاعری پر جنس زدگی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ جب راشد کی شاعری کا اس پہلو سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام زیادہ درست نہیں ہے۔ راشد نے جنسی نفسیات کو اُس کے حقیقی رنگ میں پیش کیا ہے۔ انسانی جبلت میں جیسے جنسی ہجان رونما ہوتا ہے، انھوں نے اس کے اظہار میں ڈنڈی مارنے کی کوشش نہیں کی، راشد جنسی موضوع کے حوالے سے نرگسیت کے شکار دکھائی نہیں دیتے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا لکھتے ہیں:

> "ماورا کی متعدد نظموں میں نوجوان شاعر نے زندگی کی ناآسودگیوں سے فرار کے لیے جنسی آسودگی کو پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ جرات مند اظہار اس دور کی اُردو شاعری کے پس منظر میں ایک نیا اور دیرانہ رویہ ہے۔" (۲)

راشد کے نزدیک جسم اور روح دو متضاد تصور نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں مل کر ہی فرد کی شخصی تکمیل کرتے ہیں۔ راشد کے شعری تصورات کی ایک اہم بنیاد ہے کہ وہ اپنی شاعری کو جسم اور روح کی کامل ہم آہنگی کی تلاش کا عنصر قرار دیتے ہیں۔

راشد نے فارسی ادب کا مطالعہ بچپن سے ہی کیا تھا اور بعد میں انھوں نے فارسی میں بی۔ اے آنرز کی ڈگری بھی حاصل کی اور فارسی ادب کا مطالعہ اور وسیع ہو گیا۔ فارسی ادب سے راشد کا لگاو ایران سے محبت کی وجہ سے بھی تھا وہ ایران کی تہذیب و تمدن کو بہت پسند کیا کرتے تھے۔ جس کا اندازہ ان کی شاعری میں مستعمل فارسی تراکیب اور استعارات سے ہوتا ہے۔ راشد کی شاعری کا ایک بڑا حصہ ایران کے حالات پر مشتمل ہے جو راشد نے ایران میں اپنے قیام کے دوران لکھی تھیں ان نظموں پر مشتمل مجموعے کا عنوان راشد نے "ایران میں اجنبی" رکھا ہے۔ اس مجموعے میں شامل نظموں پر فارسی شاعری اور ایرانی اساطیر کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ "ایران میں اجنبی" کے دیباچے میں راشد لکھتے ہیں:

> "ایران نے راقم الحروف کے ذہن پر ایک مستقل اثر چھوڑا ہے۔ اور اس ملک کے ساتھ ایک لازوال محبت اور شیفتگی پیدا کر دی ہے۔ لیکن "ایران میں اجنبی" جذبات کی اس کش مکش کے تجربات کی ایک کوشش ہے جو خاص سیاسی حالات نے پیدا کر دیے تھے"۔(۳)

راشد کو ایران میں اپنے قیام کے دوران ایشیا میں مغربی سامراج کے ساتھ ساتھ روسی سامراج کے پھیلے ہوئے اثرات کا جیتا جاگتا مشاہدہ کرنے اور مغرب و روس کے باہم متصادم سامراجی عزائم کو پرکھنے کا موقع ملا۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۷ء تک راشد برٹش انڈین آرمی کے انٹر سروسز پبلک ریلشنز آفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں برطانوی

اور روسی سامراجی قوتوں کی باہمی آویزش زوروں پر تھی۔ اس سنگین صورتحال میں ن۔م راشد برطانوی قابض فوج کے ایک محکوم آفیسر کے طور پر مقبوضہ ایران میں وارد ہوئے تھے۔ اس صورتحال کو راشد اپنی نظم تیل کے سوداگر میں یوں بیان کرتے ہیں:

"بخارا سمرقند کو بھول جاؤ
اب اپنے درخشندہ شہروں کی
طہران و مشہد کے سقف و در و بام کی فکر کر لو،
تم اپنے نئے دورِ ہوش و عمل کے دلآویز چشموں کو
اپنی نئی آرزوؤں کے ان خوبصورت کنایوں کو
محفوظ کر لو!(۴)

راشد ایران میں اپنے قیام کے دوران اپنی ذاتی، قومی اور ملی زندگی پر سامراج کی غلامی کے اثرات پر بڑی دل سوزی کے ساتھ تخلیقی غور و فکر میں مصروف رہے۔ اس کی ایک مثال ان کی نظم "تماشا گہہ لالہ زار" ہے۔ بظاہر وہ تہران کے لالہ زار سینما میں تھیٹر دیکھ رہے ہیں مگر ان کا دل کچھ ایسے سوالات میں منہمک ہے۔

"مگر اب ہمارے نئے خواب کابوسِ ماضی نہیں ہیں،
ہمارے نئے خواب ہیں، آدمِ نو کے خواب
جہانِ تگ و دو کے خواب!

نئی بستیاں اور نئے شہریاراور نئے شہریار
تماشا گہہِ لالہ زار(۵)

راشد ایران میں پاکستان کے "نمایو شیج" کے نام سے مشہور ہوئے جس طرح نمایو شیج فارسی شاعری میں ایک نئے اسلوب کا بانی قرار پایا، اسی طرح راشد بھی اردو شاعری میں نئے اسلوب کا بانی ہے۔ راشد کے فارسی شاعری سے لگاو کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ انھوں نے جدید فارسی شاعری کا اردو میں ترجمہ "جدید فارسی شاعری" کے نام سے کیا جو ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔

فارسی زبان و ادب راشد کی تیغ شاعری کا جوہر ہے اور اسی سے اس شمشیر آب دار میں کاٹ اور کرشمہ کاری پیدا ہوئی ہے۔ ایران صرف ان کی شاعری میں ہی نہیں بلکہ ان کے وجود، ان کی روح، ان کی زبان اور ان کے اخلاق میں گھلا ہوا ہے۔ ایران میں دو سالہ قیام کے دوران انھوں نے ہمارے ملک میں

برطانوی فوجوں کی استعماری حربوں اور ان کی تکلیف دہ رفتار و حرکات کا مشاہدہ کیا اور اتھاہ دکھ نے ان کی وجود کا احاطہ کر لیا تھا۔ اس صورتحال نے ان کے اندر ایک عجیب نفرت اور غصے کو برانگیختہ کر دیا تھا۔ ان کے خوبصورت مگر خوبصورت شعری مجموعے "ایران میں اجنبی" میں ان کے اس اندوہ و تاثر کے قابل دید نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔راشد کی فکر کا دائرہ بہت وسیع ،بین الاقوامی اور آفاقی ہے۔ وہ مذہبی، جغرافیائی، لسانی اور دوسری حدبندیوں کو توڑتے ہوئے ایک ایسے عالمی انسان کے قصیدہ خواں ہیں جو اک نیا مثالی انسان ہے جسے وہ "آدم نو" یا نیا آدمی کہتے ہیں یہ ایسا انسان ہے جس کے ظاہر و باطن میں مکمل ہم آہنگی ہے اور جو دنیا میں حاکم ہے نہ محکوم۔بقول ناصر عباس نیر:

> " آدمی کے تاریخی وجود کے ادراک کے لیے راشد نے دو اہم منابع فکری روایتوں سے استفادہ کیا۔ہیومنزم کا مغربی فلسفہ اور سرسید کی مادیت ۔ اس استفادے کی شہادت راشد کے اس عمومی طرز فکر سے صاف جھلکتی ہے جسے وہ آدمی، دنیا اور سماج کے سمجھنے میں کام میں لاتے ہیں"۔(٦)

راشد باشعور شاعر ہیں۔ وہ غلامی، تاریخی جبریت اور غیر ملکی استعماریت کے خلاف بغاوت کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ اپنی نظموں، '' زنجیر '' ، '' اسرافیل کی موت ''، '' صبا ویراں '' وغیرہ میں ایشائی قوموں کی غلامی، جبریت اور غربت کو علامتی صورت میں بیان کرتے ہیں۔

راشد مغربی تسلط کے خلاف تو ہیں مگر اہل ایشیا کی بے سمتی، بے عملی اور بے حسی کے خلاف بھی آواز اٹھاتے ہیں ۔ وہ ایک نئی دنیا اور آزاد اور باعمل افراد کی تخلیق کے خواب دیکھتے ہیں ۔ '' ایران میں اجنبی '' تک راشد کے یہ رجائی خواب بالعموم ایشیا کے حوالے سے آتے ہیں لیکن '' لا=انسان '' سے ان خوابوں کا دئراہ آفاقی ہو جاتا ہے۔ اب وہ ساری دنیا کے سب محکوم اور محروم خطوں میں اس کے بلند تر مقام کے بارے میں ہمیشہ سوچتے ہیں۔ وہ تمام دنیا کے انسانوں کے لیے کامل آزادی اور ان کی جان توڑ کوششوں کے بدلے عظمت اور نئی منازل کے خواب دیکھتے ہیں۔

اے عشق ازل گیر و ابد تاب، میرے بھی ہیں کچھ خواب
میرے بھی ہیں کچھ خواب
وہ خواب کہ اسرار نہیں جن کے ہمیں آج بھی معلوم
وہ خواب جو آسودگی مرتبہ ئ جاہ سے،
آلودگی گرد سر راہِ سے معصوم!
جو زیست کی بے ہودہ کشاکش سے بھی ہوتے نہیں معدوم

خود زیست کا مفہوم (۷)

راشد کا شعری مزاج رومی، اقبال، دانتے اور ملٹن جیسے شعرا سے ملتا ہے۔ راشد نے شعر و ادب میں اظہار کے نئے قرینوں نئے تاثر احساس، احساس، جذبے، کیفیت اور مفہوم کی نئی آئینہ بندیوں کے لیے تاثریت اور اظہاریت کو فروغ دینے والی مصوری کی تحریکوں سے بھی خوب استفادہ کیا ہے۔ ان کی شا عری پر ہمیں سرئیلزم، ڈاڈازم، علامت نگاری، مارکسیزم، میجکل ریلزم، اور وجودیت کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ وجودی لحاظ سے ماورا کی نظمیں اہم ہیں خصوصاً خودکشی میں یہ رجحان صاف نظر آتا ہے۔ راشد کی نظم "خودکشی" کے حوالے سے اُن پر زندگی سے فراریت کا الزام لگایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر نثیر صمدانی لکھتے ہیں:" خودکشی" اپنے نام کے اعتبار سے زندگی سے فرار کا احساس دلاتی ہے لیکن حقیقت میں یہ نظم بھی زندگی کے حسن کو مسخ کرنے والی قوتوں کے خلاف طنز ہے۔" (۸)

اس نظم کے پس منظر میں زندگی کی تلخیوں کا غبار پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے اور شاعر کا بنیادی مقصد ان تلخیوں کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ جنھوں نے زندگی کو زہر بھرا جام بنا دیا ہے۔ زندگی کے گرہ در گرہ مسائل، معاشرے کے کھوکھلے پن اور منافقت نے تمام چہروں کو دھندلا کر رکھ دیا دیا ہے۔ شاعر خودکشی کا ارادہ ظاہر کر کے معاشرے کی بے حسی اور بے سمتی کو جھنجھوڑنا چاہتا ہے۔ اس نظم میں دیوار پرانی تہذیبی اقدار اور تیرگی سرمایہ دارانہ ماحول کے فرد پر مسلط کردہ تصورات کی علامت ہے۔ دریچہ وہ مرحلہ و مقام ہے جہاں سے فرد گرد و پیش کا جائزہ لیتا اور زندگی کا شعور حاصل کرتا ہے۔ شعور کی اس کیفیت میں اسے خارج کی کرب ناکی اور فرد کی شکست و ریخت خودکشی کا احساس دلاتی ہے۔" ساتویں منزل" وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر خارجی کربناکی اور اعصابی عذاب سے نجات کی کوئی راہ تلاش کرنا پڑتی ہے۔ گویا تہذیبی توڑ پھوڑ ضبط و برداشت کی آخری حد ہے جو نظم کے اس کے کردار کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے نزدیک راشد کی تمنا ہے کہ

" وہ سکوت اور جمود کو توڑ کر زندگی کی حرکت و حرارت میں بدل دے۔ مگر وہ مایوس نظر آتا ہے کہ اس کے عہد کا شعور تبدیلی کی طرف مائل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اندر تبدیلی کی کوئی بامعنی خواہش یا آرزو ہے" ۔(۹)

فارسی ادب کے علاوہ راشد کی شاعری پر مغربی ادب کا گہرا اثر ہے۔ وہ مغربی فلسفے اور جدیدیت کے رجحانات سے متاثر نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر، ٹی ایس ایلیٹ، ایزرا پاؤنڈ، اور ولیم بلیک جیسے شاعروں کی فکر اور اسلوب نے راشد پر گہرا اثر ڈالا۔ راشد کی نظموں میں تجریدیت، علامت پسندی، اور داخلی کشمکش کے عناصر ان مغربی شاعروں کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اس کے علاوہ راشد کی شاعری میں نطشے، کیر کگارڈ اور

سارتر جیسے فلسفیوں کے خیالات کی جھلک بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کی نظموں میں انسان کی وجودی کشمکش، آزادی کی جستجو اور روایات سے بغاوت جیسے موضوعات فلسفیانہ فکر کے اثرات کو واضح کرتے ہیں۔

ن۔ م راشد نے حسب مقدور فن و اظہار کے نئے قرینوں کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا اور حسن کوزہ گر ،ابولہب کی شادی،دل مرے صحرا نورد پیر دل ، اسرافیل کی موت،میرے بھی ہیں کچھ خواب، تعارف، زندگی اک پیرہ زن، زندگی سے ڈرتے ہو۔ وہ حرف تمنا، چلا ارہا ہوں سمندروں کے وصال سے، گماں کا ممکن، شہر وجود اور فرار، اندھا کباڑی، نیا آدمی جیسی معرکتہ الآرا نظمیں تخلیق کیں۔ "ایران میں اجنبی" کے کینٹوز نے بھی ان کے شعری اظہار کو چار چاند لگائے ہیں۔ ن۔ م راشد کے شعری مجموعے اردو نظم میں رمزی تصویری اظہار کے نادر نمونے ہیں۔ انھوں نے عصری انسان کے تناظر میں فکر و فلسفہ اور تہذیب کے گہرے معاملات کو نئی استعاراتی لفظیات کے وسیلے سے پیش کیا۔ نئے شعرا نے راشد کی استعاراتی اپروچ کو مزید آگے بڑھایا۔

راشد یہاں مشرق و مغرب کا تصادم پوری شدت سے ابھرتا ہے لیکن اقبال کی مانند اس کے سیاق و سباق روحانی اور تہذیبی نہیں بلکہ اس کے برعکس سیاسی اور مادی ہے۔ اس لیے کہ جدید انسان کا سارا سروکار اور اس کے تمام مسائل انھی دو بنیادوں پر استوار ہیں۔ راشد جب بھی مشرق اور مغرب کا ذکر کرتے ہیں تو طنزیہ لہجہ اختیار کرتے ہیں اپنی نظم "پہلی کرن" میں کہتے ہیں کہ "دیکھو خدا کا جنازہ لیے جا رہے ہیں فرشتے" تو ایسا نہیں کہ خدا کے وجود کے منکر ہیں۔ ڈاکٹر شاہین مفتی لکھتی ہیں: "راشد خدا کی عدم موجودگی کا اعلان کرتے ہیں یہ خدا کل کائنات سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق سرزمین مشرق یا غلام اقوام سے ہے"۔(۱۰)

راشد نے اپنی بہت سی نظموں جیسا کہ "پہلی کرن"، "وہ حرف تمنا"، "بہشت بر حق" اور "دریچے کے قریب" میں مغرب کے خدا کے وجود کو تسلیم اور مشرق کے خدا کے وجود سے انکار کر کے دراصل خدا کی ناانصافی کو طنز کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ طنز ایک ایسے فرد کا طنز ہے جو بے اطمینانی کا شکار ہو کر انتقامی روش اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ ساری جدت طرازی، بغاوت، سیکولرزم اور کایا کلپ کے باوجود راشد کے اندر سے روایتی مشرقی آدمی رخصت نہیں ہوا۔ وہ جب بھی اپنے شعری تجربے میں ان مسائل کی جانب پلٹتے ہیں جو مشرقی تہذیب، اس کی اقدار اور اس کے نظام معاشرت سے تعلق رکھتے ہیں تو یہ آدمی یک بیک بیدار ہو جاتا ہے اور ان کے قوائے ذہنی پر ہی نہیں بلکہ ان کے جذباتی رویوں اور قلبی محسوسات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ "میں اُسے واقف الفت نہ کروں"، "عہد وفا" اور "گناہ" جیسی نظموں

میں عشق کے وہی افلاطونی خیالات جو مشرق کے مخصوص ذہنی رجحان سے عبارت سمجھے جاتے ہیں۔ جدید انسان کی ساری جبلی کاوشیں اور اس کا مطمع نظر و حیات بھی راشد کو گریز کے مضمون سے نکلنے نہیں دیتا ۔یہی نہیں بلکہ "بے کراں رات کے سناٹے میں "اور "انتقام" میں انھوں نے وحشت کی منہ زور قوتوں کی جس تقابل اور تضاد کے روبرو لا کھڑا کیا ہے۔ وہ فنی سطح پر چاہے بلند نہ ہو لیکن شاعر کے جس ذہنی رویے کی غمازی کر رہا ہے اسے آخری نتیجے کے طور پر مغرب کا پروردہ یا مکمل جدید انسان نہیں کہا جا سکتا۔

یہ تو راشد کی تشکیل و تدوین کا دور تھا لیکن "سباویراں"، "دل مرے صحرا نورد پیر دل"، "حسن کوزہ گر" اور "میرے بھی ہیں کچھ خواب" جیسی نظمیں صرف راشد کے فن کی بلندی کا معیار نہیں ہیں بلکہ اردو شعر و سخن کی پوری تہذیب ہیں جو اپنے فکری نقوش، تزئین جمال اور آرائش خیال کے اعلیٰ تر معیارات کی سند قرار پائی ہیں۔ ان میں روایتی مشرقی آدمی اور جدید آدمی کے باہمی تصادم کی جیسی بے پناہ صورتیں دکھائی دیتی ہیں وہ بھلا راشد کے معاصرین اور جدیدیت کے دیگر بنیاد گزاروں میں کس کے یہاں ریکارڑ ہوئی ہیں۔ بقول شمس الرحمٰن فاروقی:

> "غور طلب بات یہ ہے کہ روایتی اور جدید آدمی کا یہ تصادم خالص existential اور sensuous سطح سے لے کر اعلیٰ تر ذہنی و فکری بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ روحانی مسائل سطح تک راشد کے شعری تجربے میں معرض اظہار میں آیا ہے"(۱۱)

فرد کی آزادی کے ساتھ راشد نے آنے والے دور میں پیدا ہونے والے مسائل کا بھی ذکر اپنی نظموں میں کیا ہے۔ یہ مسائل نئے مسائل ہیں جن سے فرد ناواقف ہے۔ لا = انسان کی نظموں میں راشد نے جن مسائل کا ذکر کیا ہے۔ وہ راشد کے نئے انسان کے مسائل ہیں اور ان مسائل کا کیسے مقابلہ کر سکتا ہے۔ راشد وہ پہلے شاعر ہیں جو ہمارا تعارف نئے انسان سے کراتے ہیں اور اس انسان کے مسائل کے بارے میں بھی آگاہ کرتے ہیں۔ راشد کے جدید انسان کے حوالے سے مبین مرزا قمطراز ہیں:

> ”جدید اردو شاعری میں راشد پہلا شاعر ہے جو ہمارا تعارف عہد حاضر کے انسان سے کراتا ہے اور یہ تعارف اتنا جامع اور بھرپور ہے۔ کہ ہم جدید انسان کی شخصیت کے ظاہری خدوخال ہی سے نہیں بلکہ اس کے مزاج کی کیفیات، فکری تصورات، وجودی مطالبات کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی تجربات تک سے واقف ہو جاتے ہیں"(۱۲)

راشد اس سفاک صارفیت کی دنیا میں غیر مرئی حقیقتوں کو بڑا سمجھتے ہیں وہ جہاں زاد کی آنکھوں کی تابناکی کے اسیر ہیں، انھیں آرزو راہبہ نظر آتی ہے اور اس راہبہ کے دل میں جلتی ہوئی شمع امید بھی وہ دیکھ لیتے ہیں۔ وہ تمنا کے ژولیدہ و نادیدہ تاروں سے خود تو واقف ہیں ہی مگر اہل مریخ کو بھی ژولیدہ بانہوں

،محبت میں سرخوش گناہوں کے رنگ دکھانا چاہتے ہیں۔ نظم "زندگی سے ڈرتے ہو" میں رات ظلم کے حصار کی علامت ہے۔یہ حصار ٹوٹ جاتا ہے اور ایک نئے دور کی بشارت کا اعلان ہوتا ہے۔

راشد ایشائی اقوام کے اتحاد پر زور دیتے ہیں۔ ایشائی ممالک زنجیر میں جکڑے ہوئے افراد کی مانند ہیں۔اُن کے نزدیک ان سبھی کو ایک زنجیر نے جکڑا ہو ہے جو سامراجی طاقتوں کی تیار کردہ ہے اور صرف ایشائی ممالک کا اتحاد و اشتراک ہی اس زنجیر کو توڑ سکتا ہے۔اُن کا کہنا ہے کہ ماضی کی جستجو عبث ہے وہ زندگی،خوابوں،روشنیوں اور آزادی کے متوالے کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہیں:

"۔۔۔۔اور اب عہدِ حاضر کے ضحاک سے
رستکاری کا رستہ یہی ہے
کہ ہم ایک ہو جائیں،ہم ایشائی!
وہ زنجیر،جس کے سرے سے بندھے تھے کبھی ہم
وہ اب سست پڑنے لگی ہے
تو آؤ کہ ہے وقت کا یہ تقاضا
کہ ہم ایک ہو جائیں۔۔۔۔ہم ایشائی (۱۳)

راشد انگریزی،فرانسیسی اور روسی ادب سے بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔انگریزی زبان و ادب کا مطالعہ راشد نے سکول کے زمانے سے ہی کیا تھا۔ راشد نے اپنے کورس میں شامل انگریزی شاعروں کی نظموں کا اردو میں ترجمہ کیا اور انعامات حاصل کیے۔ان میں ملٹن کا سانیٹ "نابینہ" اور ورڈزورتھ،لانگ فیلو کی بعض نظموں کے تراجم شامل ہیں۔راشد نے آزاد نظم کے ساتھ ساتھ ملٹن سے متاثر ہو کر سانیٹ کے صنف میں بھی طبع ازمائی کی جو کہ اردو شاعری میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔شاعری کے علاوہ راشد نے عالمی ادب اور مختلف زبانوں کی نثر سے بھی متاثر نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ان زبانوں کے ناولوں کا بھی اردو میں ترجمہ کیا جن میں روسی زبان کے مشہور ناول نگار الگزنڈر کپرن کے ناول کا اردو ترجمہ "یاما" کے نام سے کیا۔اس کے وعلاوہ ولیم سیر ویان کے ناول کا ترجمہ "امی میں تمہاری ہوں" کے نام سے کیا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ راشد مغربی ادب سے کس قدر متاثر تھے۔

راشد ہمارے جدید شعرا میں نہایت اہم اور معتبر شاعر ہیں۔انھوں نے مغربی جدید شعری کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔عالمی ادب اور شاعری کی جدید تحریکیں پوری دنیا میں کہیں بھی ہوں،راشد کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں تھیں۔انھوں نے ان تحریکوں سے استفادہ کیا لیکن ایشیا کے مسائل کو مد نظر رکھ کر موضوعات منتخب کیے۔ان کے ہاں فکری شاعری زیادہ ہے جس میں معاصر سیاسی اور ادبی تحریکوں سے

انسپیریشن حاصل کی گئی ہے۔ مغربی ادب کو براہ راست پڑھ کر اور اس سے اثر پذیر ہو کر اردو شاعری میں متعدد تازہ تجربات کی پیشکش اور آنے والے شعرا کی ایک پوری نسل کو متاثر کرنے کی وجہ سے ان کی اہمیت مسلم ہے۔ انھوں نے اپنے زمانے کی حسیت کے لیے ایک نیا قالب تلاش کیا اور اس تلاش کو عصر حاضر کے لب ولہجہ اور لفظیات کی ایک داخلی نمو پذیری دی۔ ان کی شاعری پیشتر ذہنی، دانشورانہ رخ کی حامل ہونے کی بنا پر نیرنگیاں رکھتی ہے۔ اپنے معاصروں میں موضوعات کے تنوع اور فکری پس منظر کے لحاظ سے ان کی شاعری کا مقام اپنے عہد کی ترجمانی میں ہمیشہ اپنی اولیت برقرار رکھے گا۔

حوالہ جات:

۱۔ ن۔م۔ راشد، دیباچہ ماورا، (طبع اول) مشمولہ؛ راشد بقلم خود، مرتبہ ڈاکٹر سعادت سعید، نسرین انجم بھٹی، لاہور: شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۱۵، ص: ۱۱۴

۲۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، "چند اہم شاعر"، لاہور: سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳، ص: ۳۷

۳۔ ن۔م راشد (دیباچہ)، ایران میں اجنبی، مشمولہ؛ ن۔م راشد صدی (منتخب مضامین) اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء، ص: ۵۷

۴۔ ن۔م راشد، تیل کے سوداگر، مشمولہ؛ کلیات راشد، لاہور: ماورا پبلیشرز، ۲۰۰۵، ص: ۲۳۶

۵۔ ن۔م راشد، تماشا گہہ لالہ زار، مشمولہ؛ کلیات راشد، ص: ۲۴۹

۶۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، راشد کا نیا آدمی"، مشمولہ؛ مجلہ بنیاد، شمارہ: ۱، لاہور: گورمانی مرکز زبان و ادب، یونیورسٹی آف منیجمنٹ سائنسز، ۲۰۱۰، ص: ۲۳۸

۷۔ ن م راشد، کلیات راشد، ص: ۲۸۸

۸۔ نیّر صمدانی، ڈاکٹر، جواز، لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۹۰، ص: ۳۹

۹۔ تبسم کاشمیری، لا= راشد، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۴، ص: ۸۷

۱۰۔ شاہین مفتی، ڈاکٹر، جدید اردو نظم میں وجودیت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱، ص: ۱۰۰

۱۱۔ شمس الرحمن فاروقی، ن م راشد غزال شب"، مشمولہ: مجلہ بنیاد، شمارہ: ۱، ص: ۲۱۱

۱۲۔ مبین مرزا، ن۔م راشد اور عہد جدید کا شاعر"، مشمولہ؛ مجلہ بنیاد، شمارہ: ۱، ص ۲۰۱

۱۳۔ ن۔م راشد، کلیات راشد، ص: ۲۰۱